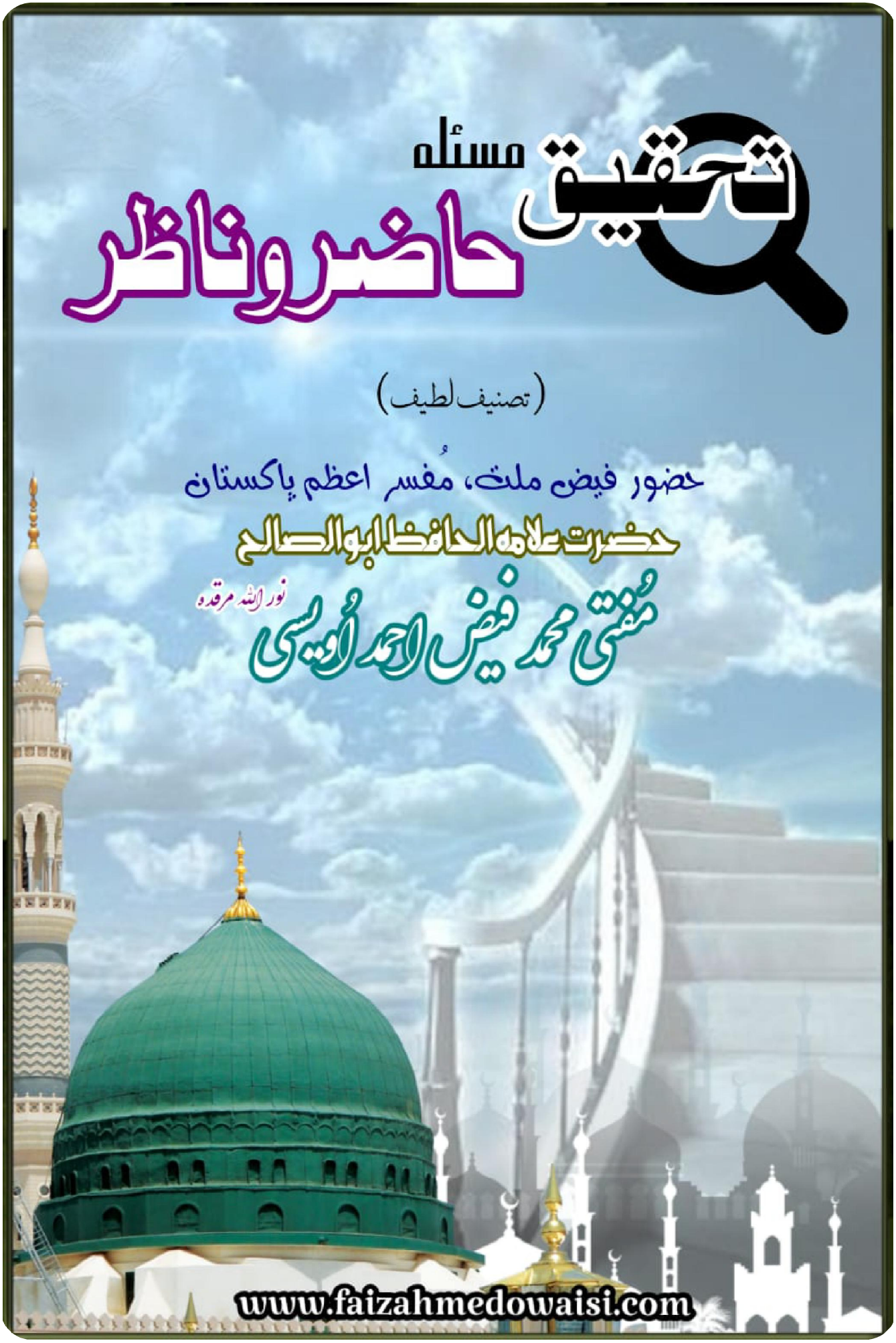
تحقیق
مسئلہ
حاضر وناظر
(تصنیف لطیف)
حضور فیض ملت، مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابوالصالح
مُفتی محمد فیض احمد اُویسی
نور اللہ مرقدہ
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

تحقیق

مسئلہ حاضر و ناظر

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم ہمیں مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تا کہ اُس غلطی کو صحیح کرلیا جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حضرات! حاضر اسمِ فاعل کا صیغہ ہے۔ حضر و حضور و حضارة و حضرة سے مُشتَق (اخذ کیا ہوا) ہے جو کہ غیب کی ضد ہے یعنی غائب نہ ہونا۔ [1]

چنانچہ عرب کا محاورہ مشہور ہے، حَضَرْتُ مَجْلِسَ الْقَاضِي [2]

یعنی میں قاضی کی مجلس میں حاضر ہوا۔

وَحَضَرَ الْغَائِبُ حُضُورًا قَدِمَ [3]

یعنی غائب جو تھا اب حاضر ہو گیا ہے یعنی آ گیا۔

اور ناظر کے چند معنی آئے ہیں۔ جیسے

مصباح المنیر میں ہے کہ وَالنَّاظِرُ السَّوَادُ الْأَصْغَرُ مِنَ الْعَيْنِ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ الْإِنْسَانُ شَخْصَهُ [4]

قاموس میں ہے، والناظِرُ: العَيْنُ، أو النُّقْطَةُ السَّوْداءُ في العَيْنِ، أوِ البَصَرُ نَفْسُهُ، أو عِرْقٌ في الأَنْفِ، وفيهِ ماءُ البَصَرِ [5] والنَّاظِرُ في المُقْلَةِ [6]

خلاصہ یہ کہ حاضر سامنے ہونے والا، غائب نہ ہونے والا۔ ناظر بمعنی دیکھنے والا جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جہاں تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کر لیں وہاں حاضر ہیں مثلاً آسمان کو ہم دیکھتے ہیں اس کے ہم ناظر ہیں مگر حاضر نہیں کیونکہ وہاں ہماری دسترس نہیں اور عرفِ شرع میں چار تقریریں ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے لئے تمام کائنات ایسے ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ یہ قرب و بعد کی قید نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل

---

[1] الحضور، والغيب ، ضد

(المنجد فی اللغة، جلد۱، صفحہ۱۸۵، عالم الکتب، القاهرة)

[2] (المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، كتاب الحاء، جلد۱، صفحہ۱۴۰، المكتبة العلمية، بيروت)

[3] (المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، كتاب الحاء، جلد۱، صفحہ۱۴۰، المكتبة العلمية، بيروت)

[4] (المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، كتاب النون، جلد۲، صفحہ۶۱۲، المكتبة العلمية، بيروت)

[5] (القاموس المحيط، صفحہ۴۸۴، فصل النون، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوازيع، بيروت-لبنان)

[6] (مختار الصحاح، ن ظ ر، جلد۱، صفحہ۲۷۸، مكتبة لبنان)

دیکھنی ہے تو فقیر کی کتاب "تسکین الخاطر فی تحقیق الحاظر و الناظر "المعروف دلوں کا چین کا مطالعہ کیجئے اس مجلس میں چند آیات واحادیث واقوال سے وضاحت پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا [۷]

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ۔

اس آیت میں محبوب ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا گیا چنانچہ شیخ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیرِ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ **رسول اللّٰہ علیہ السلام مطلع ست بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجا بے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست پس اومیشناسد گنا ہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و لہٰذا شہادت او در دنیا و آخرت بہ حکم شرع درحق امت مقبول و واجب العمل ست۔** [۸]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوّت کی وجہ سے ہر دین دار کے اُس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وہ پہنچا ہوا ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اُس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ ترقی سے رُکا ہوا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو، تمارے ایمان کے درجات کو، تمہارے اچھے بُرے اعمال کو اور تمہارے خلوص ومُنافقت کو پہچانتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دُنیا اور آخرت میں بحکمِ شرع اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

اور علامہ اسمٰعیل حقی روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ **ھذا مبنی علی تضمین الشھید معنی الرقیب و المطلع فعدی تعدیتہ و الوجہ فی اعتبار تضمین الشھید الاشارۃ الی ان التعدیل و التزکیۃ انما یکون عن خبرۃ و مراقبۃ بحال الشاھد**

و معنی شھادۃ الرسول علیھم اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین بدینہ فحقیقتہ التی ھو علیھا من دینہ و حجابہ الذی ھو بہ محجوب عن کمال دینہ فھو یعرف ذنوبھم و حقیقۃ ایمانھم و أعمالھم

---

[۷] (پارہ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۳)

[۸] (تفسیر عزیزی (فارسی)، سورۃ البقرۃ، تحت آیت ۱۴۳ ''ویکون الرسول علیکم شھیدا''، صفحہ ۵۱۸، مطبع مجتبائی دہلی)

وحسنا تهم و سيآتهم و اخلاصهم و نفاقهم وغير ذلک بنور الحق و أمته يعرفون ذلک من سائر الامم بنوره عليه الصلاة و السلام. [۹]

یہ مبنی ہے اُس معنی پر کہ شہید بمعنی رقیب ومطلع کے ہیں اس معنی میں اس طرف اشارہ ہے کہ تزکیہ کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ بحیثیتِ شاہد کے اپنی امّت کے سارے حالات جانتے ہیں اور حق سے آپ ﷺ اُمّت کی ہر حالت کو پورے طور پر پہچانتے ہیں۔

اللہ پاک نے فرمایا: وَجِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيْدًا [۱۰]

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں،

لان روحه (عليه السلام) شاهد علىٰ جميع الأرواح و القلوب و النفوس لقوله (عليه السلام): ﴿اول ما خلق الله روحي.﴾ [۱۱]

اور روح البیان میں ہے کہ واعلم انه يعرض على النبي عليه السلام اعمال امته غدوة و عيشةً فيعرفهم بسيما هم و اعمالهم فلذلک يشهد عليهم. [۱۲]

---

[۹] (روح البیان، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۳، جلد ۱، صفحہ ۲۴۸، دار الفکر، بیروت)

یعنی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت پر شھادت کا مطلب یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہر دین دار کے دینی رُتبہ کا جس پر وہ ہے اور حجاب کا جو اُس کی ترقی میں مانع ہے اور اُسے کمال دین سے روک رہ ہے اُسکا علم ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُمت کے گناہوں، اُن کی ایمانی کیفیت اور اُن کے اعمال پر اطلاع رکھتے ہیں۔ یعنی اور اُمت کی نیکیاں برائیاں اخلاص، نفاق اور اسکے علاوہ اور سب کچھ نبی علیہ السلام نورِ حق سے جانتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور اُمتوں کے احوال جانتی ہے۔ نبی علیہ السلام کے نور اور توجۂ روحانی کے سبب۔ (ضیائی)

[۱۰] (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۴۱)

یعنی اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

[۱۱] (تفسیر النیسابوری، سورۃ النحل، آیت ۸۴ الی ۱۰۰، التأویل، جلد ۴، صفحہ ۳۰۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

یعنی اُمت کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (حضور فیضِ ملت علیہ الرحمہ کی کتاب دلوں کا چین سے)

[۱۲] (روح البیان، سورۃ النساء، آیت ۴۱ الی ۴۵، جلد ۲، صفحہ ۲۱۱، دار الفکر، بیروت)

یعنی یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نبی علیہ السلام پر صبح وشام اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اور آپ علیہ السلام اُمت کو اُنکی علامات اور اعمال کے ذریعے پہچانیں گے اور گواہی دینگے۔ (ضیائی)

مدارك میں علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں کہ أی شاهداً علی من آمن بالایمان وعلی من کفر بالکفر و علی من نافق بالنفاق. [۱۳]

ان آیات، عبارات وتفاسیر سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں چنانچہ شاہد وشہید کے معنی اگر گواہ کے ہیں تو گواہ عملی ہی ہوتا ہے جو کہ حاضر ہو چنانچہ شرع کا بھی یہی حکم اور قانون بھی اس کو مُقتضی (جس کی ضرورت ہو) جانتا ہے۔ اگر گواہ یہ نہ کہے کہ میں حاضر نہ تھا تو گواہی غیر مسموع چنانچہ ظاہر ہے اس پر سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضور ﷺ کو شہید کا خطاب دیا ہے ایسے ہی اُمّت کو بھی دیا ہے۔ کَمَاقَالَ وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ [۱۴]

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو۔

اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ –صلی اللّٰه علیه وسلم– » یُدْعَی نُوحٌ فَیُقَالُ هَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ. فَیُدْعَیٰ قَوْمُهُ فَیُقَالُ هَلْ بَلَّغَکُمْ فَیَقُولُونَ مَا أَتَانَا مِنْ نَذِیْرٍ وَمَا أَتَانَا مِنْ أَحَدٍ. فَیَقُولُ: مَنْ شُهُوْدُکَ؟ فَیَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ.

قَالَ فَیُؤْتَیٰ بِکُمْ تَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ فَذٰلِکَ قَوْلُ اللّٰهِ (وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ) [۱۵]

یعنی ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ نے تبلیغ فرمائی آپ فرمائیں گے ہاں۔ اُن کی قوم کو بلایا جائے گا اُس سے پوچھا جائے گا وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ نوح علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ آپ کے کوئی گواہ ہیں؟ وہ کہیں گے کہ حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمّت اور پھر تم حاضر ہوگے اور گواہی دوگے کہ واقعی نوح علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی۔

سوال اس اعتبار سے رواه الترمذی و بخاری کہ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ الخ. [۱۶] جب اُمت بھی گواہ ہوگی تو

---

[۱۳] (مدارک التنزیل المعروف تفسیر النسفی، سورۃ النساء، آیت ۴۱، جلد ۱، صفحہ ۳۵۹، دار الکلم الطیب، بیروت)

یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں کی تصدیق، کافروں کی تکذیب اور منافق کی دورُخی کے گواہ ہیں۔ (ضیائی)

[۱۴] (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۳)

[۱۵] (صحیح البخاری، کتاب الاعصام بالکتاب والسنۃ، وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً وَسَطًا [البقرۃ:143]، جلد ۹، صفحہ ۱۰۷، حدیث ۷۳۴۹، دار طوق النجاۃ)

(سنن الترمذی، اَبْوَابُ تَفْسِیْرِ الْقُرْآنِ، بَابٌ: وَمِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، جلد ۵، صفحہ ۵۷، حدیث ۱۹۳۱، دار الغرب الاسلامی-بیروت)

یہ عبارت ترمذی شریف کی ہے۔ بخاری شریف کی عبارت اس سے کچھ مختلف ہے لیکن مفہوم میں یکساں ہے۔

[۱۶] حوالہ ۱۵ میں آچکا۔

پھر تمام حاضر و ناظر ہوئے پس حضور ﷺ کی کیا تخصیص؟

جواب گواہی دو قسم کی ہے ایک مسموع دوسری مشہود۔ مسموع وہ ہے کہ جو کہ کسی سے سنکر حاکم کے سامنے گواہی دی جائے جیسے کہ حدالزنا میں آتا ہے کہ اگر چار شخص قاضی کے سامنے حاضر ہوئے اُنہوں نے کہا کہ ہم نے فلاں چار سے سنا ہے لہٰذا ہم گواہی دیتے ہیں اور مشہود وہ ہے کہ وقوعِ فعل میں حاضر ہو پھر گواہی دی جائے۔ چنانچہ مروّج ہے پس ثابت ہوا کہ ہماری گواہی مسموع اور آقا رسول علیہ التحیہ الثناء کی گواہی مشہود۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ جب اگلی اُمّتیں انکار کریں گی تو پیغمبروں کو کہا جائے گا گواہ پیش کرو۔ کہیں گے ہماری گواہ اُمّتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ اُمّتِ محبوب ﷺ کو بھی بلا کر پوچھا جائے گا تو عرض کریں گے کہ ہمیں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے خبر دی تھی پس محبوب ﷺ اُمّت کی تصدیق فرمائیں گے پس فیصلہ کیا جائے گا۔ محبوب ﷺ سے سوال نہ ہوگا کہ اے محبوب ﷺ! تمہارا گواہ کون ہے کیونکہ محبوب ﷺ پہلے مشاہدہ فرما چکے ہیں محبوب ﷺ کو احوال دکھائے جا چکے ہیں چنانچہ قرآن پاک کے مقامات پر گذشتہ واقعات کے لئے ارشادات کئے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۳۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب کہا تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (پارہ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۰)

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراھیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (پارہ ۳، سورۃ آلِ عمران، آیت ۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی. (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۶۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا۔

غرض یہ کہ جہاں جہاں اِذْ کا لفظ گذشتہ واقعات پر واقع ہوا ہے اُسی طرف اشارہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! ان واقعات کو یاد فرماؤ کہ کیسے کیسے واقعات گذرے ہیں۔ کیونکہ اِذ ظرفیہ ہے فعل کو چاہتا ہے اسی لئے اکثر مفسرین اِذ کو محذوف نکالتے ہیں جس سے مراد واقعہ گذشتہ کی یاددہانی مقصود ہوتی ہے چنانچہ بعض جگہ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ چنانچہ وَاذْکُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ. (پارہ ۲۶، سورۃ الاحقاف، آیت ۲۱)

ترجمہ: اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اُس نے اُن کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۷ (پارہ۲۳،سورۃ ص،آیت ۴۱)

ترجمہ: اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَ الْاَبْصَارِ ۝ (پارہ۲۳،سورۃ ص،آیت ۴۵)

ترجمہ: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم کو اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔

وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (پارہ۲۳،سورۃ ص،آیت ۴۸)

ترجمہ: اور یاد کرو اسمعیل اور یسع اور ذوالکفل کو۔ اور سب اچھے ہیں۔

وغیرہ وغیرہ اور ایسے ایسے ارشادات وہاں کئے جاتے ہیں جہاں موجودگی ہو یہ تو عرفی بات ہے جیسا کہ زید و عمرو کراچی سیر کو گئے چند دن شہر کی سیر کی اور عجائب وغرائب واقعات دیکھے جب واپس گھر آئے تو واقعات کی یاددہانی کے لئے زید نے عمرو سے کہا کہ فلاں فلاں قصہ یاد کر کیسا عجیب وغریب ہوا۔ ایسے ہی بلا شبہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا محبوب ﷺ یوم میثاق کو یاد فرماؤ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ یاد فرماؤ فرشتوں کا انکار اور میرا اثبات یاد فرماؤ وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ شاہد و شہید بہ معنی حاضر گواہ ہیں نہ کہ بمعنی دیگر۔ اس تقریر پر سوال ہوگا کہ اگر اذ سے پہلے اذکر محذوف نکالنے سے یا اذکر کو ظاہر کرنے سے حاضر و ناظر ثابت ہوتا ہے تو بنی اسرائیل کو بھی یہی کلام فرمایا گیا۔

چنانچہ وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (پارہ۹،سورۃ الاعراف،آیت ۱۴۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے فرعون والوں سے نجات بخشی۔

یہاں بھی اذکروا محذوف نکالا جاتا ہے اور اذکروا کو ظاہر بھی کیا گیا ہے جیسے يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،آیت ۴۰)

ترجمہ: اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا۔

ان آیات میں وہ یہود جو کہ محبوب ﷺ کے زمانہ ظاہری میں تھے اُن کو خطاب ہے اور واقعہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تو کیا یہ یہود بھی حاضر و ناظر ہو گئے؟

جواب ﴿ یہود کے اذکروا سے مراد یہ ہے کہ یہود کتبِ تواریخ سے واقف تھے چنانچہ عیاں ہے لہذا اُن کو اس تاریخی واقعہ کی طرف متوجہ کر کے ایمان کی طرف بلانا ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے لئے بتاؤ کون سی کتاب کا مطالعہ فرمایا کس

مؤرخ کے پاس صحبت یافتہ ہوئے یا کسی اَہلِ علم کے پاس پرورش پائی۔آپ ﷺ اُمی (بے پڑھے) تھے۔آپ ﷺ کے پاس تو عطیہ الٰہی تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب ﷺ میرے دیئے ہوئے علم کے سبب سے آپ گذشتہ واقعات کو یاد فرماؤ۔معلوم ہوا کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے تمام واقعات کو ملاحظہ فرمایا۔اسی لئے قیامت میں گواہی دیں گے۔

سوال جب شریعت میں ایک کی گواہی مقبول نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۲) **ترجمہ**: اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ تو محبوب ﷺ کی گواہی کیسے مقبول کی جائے گی؟

جواب یہ سوال کوئی جاہل کرے گا کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ خزائن کے خالق و مالک ہیں وہ تو مختار ہیں جو کریں مالک ہیں شریعت کے قانون، طریقت و حقیقت کے مالک و مختار ہیں وہ تو غلاموں کو دنیا میں شریعت کے قانون معاف فرما دیتے ہیں۔شریعت کا قانون ہے کہ اگر کوئی روزہ توڑ دے تو بندہ آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو طعام کھلائے یا ساٹھ دن متواتر روزہ رکھے مگر مالکِ شریعت نے غلام کو اِن تمام سے معاف فرماتے ہوئے کچھ زیادہ بھی دے دیا یعنی اَہل و عیال کے لئے کھجوریں عطا فرما دیں بلکہ اس حکم منصوص جو کہ فرماتا ہے کہ دو گواہ سے کم نہ ہوں مالکِ شریعت نے ایک غلام یعنی حضرت خزیمہ انصاری کو یہی درجہ عطا فرمایا کہ اکیلا ہی جس کی گواہی دے منظور ہے غرضیکہ شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی ہے طریقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی ہے پس قیامت میں اگرچہ ایک غلام کو پیش کر کے سارے جہاں کی گواہی دلوا دیں مختار ہیں۔اس مسئلہ کی بحث فقیر کے رسالہ ''مختارِ کل'' میں دیکھئے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ یاد دہانی کے طور پر فرماتا ہے۔محبوب ﷺ یاد فرماؤ اُس وقت کو جب ملائکہ کو آدم کی پیدائش کے متعلق فرمایا گیا تو آپ ﷺ کو یاد ہے کہ ملائکہ نے کیا جواب دیا؟ پھر ہم نے اُن کو کیا فرمایا؟ اور یاد فرماؤ کہ آدم کی پیدائش کے وقت سجدہ کرایا گیا۔ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اُس وقت موجود تھے۔

علامہ اسمٰعیل حقی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ فشاهد خلقه وما جرى عليه من الاكرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة وما تاب الله عليه الىٰ آخر ما جرى عليه وشاهد خلق ابليس وما جرى عليه. [17]

ان کی تعظیم ہونے اور خطا ظاہری پر جنت سے علیحدہ ہونے اور پھر توبہ قبول ہونے سے آخر تک اُن کے سارے واقعات معاملات جو اُن پر گذرے سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اُس پر گذرا اُس کو بھی دیکھا۔بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ ہر صاحبِ سعادت کو کرم و لطفِ نبوی ہے اگر یہ لطفِ نبوی نہ ہو تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے یہی پارہ یہی سورۃ یہی آیت

[17] (روح البیان، سورۃ الفتح، آیت ۱۸ الی ۹، جلد ۹، صفحہ ۱۸، دار الفکر، بیروت)

کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں، وقال بعض الکبار ان مع کل سعید رقیفة من روح النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم هی الرقیب العتید علیه فاعراضه عنها بعدم اقباله علیها سبب لانتهاکه ولما قبض الروح المحمدی عن آدم الذی کان به دائما لا یضل ولا ینسی جری علیه ما جری من النسیان [18]

ترجمہ: بعض اکابر نے یہاں تک فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور ﷺ کی روح پاک رہتی ہے اور رقیب وعقیدے سے یہی مراد ہے اور جس وقت کہ روحِ محمدی ﷺ کی توجہ دائمی حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ گئی تب اُن سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔

اور حدیث میں جو وارد ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان نکل جاتا ہے تو صاحبِ روح البیان نے ایمان سے تو حضور ﷺ کی توجہ مراد لی ہے یعنی جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو توجہ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے کرتا ہے اگر توجہ مصطفیٰ ﷺ نہ ہو تو گمراہی وضلالت ہی ہے۔ [19] یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کے عقیدہ میں ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کو نعوذ باللہ کسی چیز کا علم نہیں ہمارے افعال واقوال کی معاذ اللہ کوئی خبر نہیں کہ شب وروز گمراہی وضلالت میں پھنسے ہوئے ہیں ان میں ایمان کے فیوض اور برکات نصیب نہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مقصد یہ ہے کہ ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ گذشتہ واقعات کو مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

سوال یہ ہوگا کہ اذکر کے نکالنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ ﷺ مشاہدہ فرما چکے ہیں بلکہ اذکر سے مراد ہے کہ اے محبوب ﷺ! اگلے پیغمبروں کے واقعات یاد فرماؤ جو کہ آپ ﷺ کو اب ذکر کئے جاتے ہیں چنانچہ بعض جگہ کہا گیا ہے کہ

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۱۶)

ترجمہ: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو۔

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۴۱)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراھیم کو یاد کرو۔

یعنی اب ہم آپ ﷺ کو بتاتے ہیں یاد فرمالیں۔

جواب معلوم ہوا کہ سائل قرآن وحدیث سے ناواقف ہے قرآن فرماتا ہے محبوب ﷺ تم کو تمام واقعات جو کہ پہلے آپ ﷺ کے سامنے گزر چکے ہیں ان کو یاد فرماؤ یہاں تو ذکر کا بیان فرمایا دیگر آیات میں تو رویة دیکھنے کے متعلق ارشاد ہے۔ چنانچہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (پارہ ۳۰، سورۃ الفیل، آیت ۱)

---

[18] (روح البیان، سورۃ الفتح، آیت ۸ الی ۹، جلد ۹، صفحہ ۱۸، دار الفکر، بیروت)

[19] (روح البیان، سورۃ الفتح، آیت ۸ الی ۹، جلد ۹، صفحہ ۱۸، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے اُن ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ (پارہ۳۰،سورۃ الفجر،آیت ۶)

ترجمہ: تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا

تو معترض کے منہ میں مٹی۔اب رویۃ کی نفی کب کر سکتے ہیں۔لیکن ایک سوال ضرور پیش کروں گا یہ کہ اگر رویت حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے تو کفار ومشرکین کے لئے بھی ثابت ہے۔اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ (پارہ۷،سورۃ الانعام،آیت ۶)

ترجمہ: کیا اُنہوں (کافروں) نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی سنگتیں کھپا دیں۔

جواب اس سے تباہ شدہ ملک اور خراب شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے چونکہ کفار ومشرکین اپنے سفروں میں ان مقامات سے گذرتے تھے اور اُن کو دیکھتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو عبرت کے لئے ارشاد فرمایا تا کہ عبرت پکڑیں۔ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ نے نہ تو بظاہر دنیا کی شناخت فرمائی اور نہ بظاہر اُجڑے ہوئے مکانات کو دیکھا معترض کو ناچار ماننا پڑے گا کہ بے شک ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ واقعات کو بانورِ نبوت معائنہ ومشاہدہ فرما چکے ہیں۔

سوال تم تو حاضر وناظر اور مشاہدہ زمانہ گذشتہ کو ثابت کر رہے ہو مگر قرآن بالکل نفی فرماتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ

وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡہِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَہُمۡ اَیُّہُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡہِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ O

(پارہ۳،سورۃ آلِ عمران،آیت ۴۴)

ترجمہ: اور تم اُن کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم اُن کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

بی بی مریم کے ابتدائی واقعہ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

اور دوسری آیت میں ہے، وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ اِذۡ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسَی (پارہ۲۰،سورۃ القصص،آیت ۴۴)

ترجمہ: اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو۔

اور تیسری آیت میں وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا (پارہ۲۰،سورۃ القصص،آیت ۴۶)

ترجمہ: اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ وہاں نہ تھے قرآن کہے کہ آپ ﷺ نہ تھے مگر تم کہتے ہو کہ آپ ﷺ موجود تھے۔

جواب پہلے ہمارے حاضر وناظر کے معنی اور عقیدہ سن لیجیے۔

حاضر وناظر کے مسئلہ میں تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ قوتِ قدسیہ والا ایک جگہ تمام عالم کو کف دست (کُھلے میدان) کی طرح دیکھے اور دور وقریب کی آوازیں سنیں چنانچہ محبوبِ خدا ﷺ کی شان ہے خود فرماتے ہیں،

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ [20]

بیشک اللہ عزوجل نے میرے لئے تمام دنیا اُٹھا کر رکھ دی ہے اور میں اُسے قیامت تک دیکھ رہا ہوں جیسے اِس ہاتھ کی ہتھیلی کو۔

اور حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

نَظَرْتُ اِلیٰ بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا – كَخَرْدَلَةٍ عَلیٰ حُكْمِ التِّصَالِ (القصيدة الغوثية)

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو ایسا دیکھا جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

یا ایک ہی آن تمام عالم کی سیر کرے یہ رفتار خواہ روحانی ہو یا جسمِ مثالی کے ساتھ یا اسی جسم سے جو کہ قبر میں ہے یا کسی جگہ موجود ہے تمام عالم اُن کے سامنے ہو کہ یہ طاقت۔ اِن آیات سے یہ مطلب ہوا کہ اے محبوب ﷺ! اس وقت اس جسم پاک کے ساتھ موجود نہ تھے۔ آیات میں جسم کے نہ ہونے کی نفی ہے نہ کہ علم ومشاہدہ کی نفی ہے۔ آپ یہ ممکن دکھا دیں کہ آپ ﷺ اِن واقعات کو دیکھ نہیں رہے تھے ہم نے بہت آیات پیش کیں کہ آپ کو تمام واقعات گذشتہ کو نورِ نبوت ملاحظہ فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العلمين وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ حبيبه سيد المرسلين وعلىٰ اٰله و اصحابه اجمعين

فقط والسلام

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان ۹ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

---

[20] یہ الفاظ حلیۃ الاولیاء کے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حدیث المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث:۱۴۱۱۲، کتاب الفتن للنعیم، حدیث:۲، جامع الاحادیث، حدیث:۶۸۵۴ وغیرہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاسفیاء، الجزء ۶، الصفحۃ ۱۰۱، دار الکتاب العربی، بیروت)